سلیمان علیہ السلام کا ہوا پر کنٹرول

سلیمان علیہ السلام کو سلطنت، بادشاہت، حکمرانی عطا ہوئی تھی جو اپنے آپ میں بیمثال اوران کی دعا کا نتیجہ تھی۔ بتایا گیا ہے:

قَالَ رَبِّ ٱغْفِرْ لِى وَهَبْ لِى مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِى لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِىٓ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾

انہوں نے دعا فرمائی ''میرے رب! آپ میرے لئے درگزر فرمائیں۔ مجھے وہ بادشاہت عطا کر جو میرے بعد کسی ایک کو بھی عطا نہ ہو۔ بیشک تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے'' (ص۔۳۵)

سلیمان علیہ السلام کی حکمرانی کے ذکر میں انہیں مخصوص ہوا پر اختیار دیئے جانے کے متعلق بھی بتایا گیا ہے۔

وَلِسُلَيْمَـٰنَ ٱلرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِى بِأَمْرِهِۦٓ إِلَى ٱلْأَرْضِ ٱلَّتِى بَـٰرَكْنَا فِيهَا ۚ
وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عَـٰلِمِينَ ﴿٨١﴾

اس آیت مبارکہ کا مروجہ ترجمہ ومفہوم کچھ یوں ہے:

''اور (ہم نے) سلیمان (علیہ السلام) کیلئے تیز ہوا کو (مسخر کر دیا) جو ان کے حکم سے (جملہ اطراف واکناف سے) اس سرزمین (شام) کی طرف چلا کرتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں اور ہم ہر چیز کو (خوب) جاننے والے ہیں'' [شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ عرفان القرآن]

''اور سلیمان کیلئے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے'' [مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن]

''ہم نے تندوتیز ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی جہاں ہم نے برکت رکھی تھی۔ اور ہم ہر چیز سے باخبر اور دانا ہیں'' [مولانا محمد جوناگڑھی۔ قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔ سعودی عرب]

''اور ہم نے سلیمانؑ کیلئے (سمندر کی تند اور تیز ہواؤں کو فن بادبانی کی رو سے اس طرح) مسخر کر دیا تھا کہ وہ اس کے پروگرام کے مطابق اس کی کشتیوں کو اس سرزمین کی طرف لے جاتی تھیں جس میں ہم نے زندگی کی خوش حالیوں کا بہت سامان رکھ چھوڑا تھا۔ اور ہم ہر بات کا علم رکھتے ہیں'' [جناب غلام احمد پرویز۔ مفہوم القرآن۔ ادارہ طلوع اسلام]

YUSUF ALI: (It was Our power that made) theviolent (unruly) wind flow (tamely)for Solomon, to his order, to the land which We had blessed: for We do know all things.

PICKTHAL: And unto Solomon(We subdued) the wind in its raging It set by his command toward the land which We had blessed. And of everything We are Aware.

SHAKIR: And (We made subservient) to Sulaiman thewind blowing violent, pursuing its course by his command to the land which We had blessed, and We are knower of ail things.

عام فہم بات ہے کہ زمان کے کسی بھی دور میں انسان نے تند و تیز ہوا کو باعث نعمت اور مسرت کبھی نہیں سمجھا تو ایسی ہوا کو برکتوں والی زمین کی طرف بھیجنے پر سلیمان علیہ السلام کی قوم کے لوگ کس بناء پر اظہار پسندیدگی کر سکتے تھے؟ کیا تند و تیز ہوا کو شام کے لوگ ایک نعمت سمجھ سکتے تھے؟

جناب غلام احمد پرویز کے علاوہ دوسروں نے پرانی تفاسیر کے تخیل اور رائے پر مبنی مواد کو معمولی تغیر و تبدل سے محض دہرایا ہے لیکن پرویز صاحب نے ایک نئی کہانی اختراع کر کے اس آیت مبارکہ کے مفہوم کے طور پر چھاپ دی۔ اُن کے بیان کردہ مفہوم کا قرآنِ مجید کے الفاظ اور بیان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے فن بادبانی کی رو سے سمندر پر چلنے والی ہواؤں کو ایسے مسخر کر دیا جو ان کی کشتیوں کو شام لے جاتی تھیں۔ پرویز صاحب کی کہانی یوں ظاہر کرتی ہے جیسے اُن کے نزدیک سلیمان علیہ السلام شام کے نہیں بلکہ یونان کے حکمران تھے اور اُن کا سمندری بیڑہ شام کی طرف آتا تھا (شام کا نقشہ دیکھیں اس کے قریب ترین Mediterranean sea ہے)

وَلِسُلَيْمَٰنَ ٱلرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِى بِأَمْرِهِۦٓ إِلَى ٱلْأَرْضِ ٱلَّتِى بَٰرَكْنَا فِيهَا ۚ
وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عَٰلِمِينَ ﴿٨١﴾

”اور سلیمانؑ کیلئے کھیتوں کی فصلوں کی نمو کرنے والی ہوا کو اُن کے زیر تسلط کر دیا تھا۔ وہ اُن کے حکم سے اُس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکات رکھی تھیں اور ہم ہر بات کو جانتے ہیں“ (الانبیاء۔۸۱)

”الریح“ معرفہ اور واحد ہے، معنی مخصوص ہوا۔ ”اَلْحَبُّ“ کو صاحب **اَلْعَصْفِ** بتایا گیا ہے۔ **اَلْعَصْفِ** کا مادہ ”ع ص ف“ ہے جس کے بنیادی معنی کھیت کے پودوں کے تنوں کے پتے جو سوکھ کر جھڑتے اور چورا ہو کر بکھر جاتے ہیں (تاج)۔ جناب راغب نے لکھا کہ پودوں میں سے جو کچھ ٹوٹ کر گر چکا ہوا سے کہتے ہیں۔ لیکن قرآنِ مجید نے **الحبُّ** یعنی غلے کے پودے کو صاحب **العصف** قرار دیا ہے اور غلے کے پودوں میں دانے ہوتے ہیں (حوالہ الرحمن۔۱۲)۔ اور غلے کے دانوں کو پیسا یا چبایا جاتا ہے۔

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍۭ ﴿٥﴾ ”جس کے سبب رذریعے انہیں ایسا بنا دیا جیسے چبائے ہوئے دانے ہوں“ (الفیل۔۵)۔

مَّأْكُولٍۭ کا مادہ ”ا ک ل“ ہے جس کے معنی کسی چبانے کی چیز کو چبالینا۔ اور چبانے پر چبائی جانے والی چیز ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے یا ٹوٹے نہیں تو بھی اُس پر چبانے کے نشان پڑ جاتے ہیں۔ آسمان سے کسی گوشت پوست کے جانور اور انسان پر سخت پکے ہوئے پتھروں سے لگاتار نشانہ لگایا جائے گا تو اُن کی حالت ویسے ہو جائے گی جیسے چبانے پر دانوں کا حشر ہوتا ہے۔

قرآنِ مجید نے **الحبُّ** یعنی غلے کے پودے کو صاحب **العصف** قرار دیا ہے اور غلے کے پودوں میں دانے ہوتے ہیں۔ اور غلے کی تمام اجناس میں **العصف** یعنی دانہ بننے کا ذریعہ صرف ایک ہے اور وہ ہے ہوا۔ تمام اقسام کے غلے کے پودوں میں مادہ پھول کو **العصف** یعنی دانہ بنانے کا فعل ہوا انجام دیتی ہے اِس لئے اُسے ”عَاصِفَةً“ (اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث) کہا گیا ہے (حوالہ الانبیاء۔۸۱)

”عَاصِفَةً“ کو ”تند و تیز ہوا“ کہنے کی وجہ شاید سورۃ یونس کی یہ آیت مبارکہ ہے:

هُوَ ٱلَّذِى يُسَيِّرُكُمۡ فِى ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ‌ۖ ''وہی اللہ تمہیں خشکی اور سمندر میں پھراتا ہے

حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمۡ فِى ٱلۡفُلۡكِ وَجَرَيۡنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُواْ بِهَا جَآءَتۡهَا رِيحٌ عَاصِفٌ

یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ موافق ہوا کے ساتھ رواں ہوتی ہیں اور جس سے فرحت مل رہی ہوتی ہے

کہ وہ ہوا پہنچ گئی جس میں خس وخاشاک کو اڑا لے جانے والا ہے

وَجَآءَهُمُ ٱلۡمَوۡجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُمۡ أُحِيطَ بِهِمۡ‌ۙ

اور لوگوں پر ہر جانب سے لہریں آن پہنچتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ پھنس گئے ہیں

دَعَوُاْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ تو اس وقت وہ اللہ کو، بندگی کو اس کیلئے خاص کر کے، پکارتے ہیں (اور کہتے ہیں)

لَئِنۡ أَنجَيۡتَنَا مِنۡ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ

''اگر تو نے ہمیں اس سے بچالیا تو ہم ضرور شکر گزاروں میں ہوں گے'' (یونس۔۲۲)

جَآءَتۡهَا رِيحٌ عَاصِفٌ کا ترجمہ ''تند وتیز ہوا پہنچی، سخت ہوا کا جھونکا آیا stormy wind'' کیا جاتا ہے۔''رِیــــح'' مئونث، ہوا۔ 'عَاصِفٌ'' اسم فاعل واحد مذکر ہے۔اس کے پہنچنے پر ہر جانب سے سمندر کی لہریں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں۔عاصف ایک جانب مڑنے یا نیچے کی طرف گرنے والے تیر کو بھی کہتے ہیں۔

عَاصِف also signifies an arrow turning aside or declining frorbutt.Lane۔

قرآنِ مجید نے اس کے معنی یوں واضح فرمائے ہیں

أَمۡ أَمِنتُمۡ أَن يُعِيدَكُمۡ فِيهِ تَارَةً أُخۡرَىٰ فَيُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ قَاصِفًا مِّنَ ٱلرِّيحِ
فَيُغۡرِقَكُم بِمَا كَفَرۡتُمۡ‌ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُواْ لَكُمۡ عَلَيۡنَا بِهِۦ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾

یا کیا تم اس بات سے نڈر ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں دوسری بار پھر وہاں لے جائے اور پھر تم پر ہوا میں سے دو ٹکڑے کر دینے والے کو بھیج دے

اور اس طرح تمہیں ناشکری کے سبب ڈبو دے پھر تم ہمارے خلاف اپنا کوئی مدعی نہ پاؤ؟'' (الاسراء۶۸۔۶۹)

قَاصِفًا اسم فاعل واحد مذکر ہے اور اس کے مادہ ''ق ص ف'' کے معنی کسی چیز کو توڑنا ہیں۔بادل مذکر ہے۔ماہرین بہتر انداز میں اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں ٹارنیڈو کا ذکر ہے یا کوئی اور بات ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ قرآنِ مجید کی یہ آیت مبارکہ (الانبیاء۔۸۱) عربی زبان ہی کے الفاظ میں ناسا (NASA) کے علم میں ہے یا نہیں لیکن اِسے معلوم کر کے ان کے ایک پراجیکٹ کیلئے باعث تقویت ضرور ہوگی۔

Tiny Air Particles Change How Much Carbon Plants Absorb

"Now, a new NASA funded study has directly measured how these bits floating in the atmosphere, called aerosols, can affect the quality of sunlight that reaches Earth. As sunlight changes so does the amount of carbon that plants and ecosystems absorb from or release to the air. In a process called photosynthesis, plants use the Sun's energy to pull carbon dioxide (CO2) from the air, and use the carbon to build stems, roots and leaves. That's important, because in the atmosphere, carbon dioxide acts as a heat-trapping gas that warms the Earth'{with thanks:http://www.nasa.gov/vision/earth/environment/aerosol_carbon.html.

وَلِسُلَيۡمَـٰنَ ٱلرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ۬ وَرَوَاحُهَا شَهۡرٌ۬ۖ (حوالہ سباء۔۱۲)

اس آیت مبارکہ کا مروجہ ترجمہ و مفہوم کچھ یوں ہے:

''اور سلیمان کے بس میں ہوا کر دی اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ'' [مولانا احمد رضا خان بریلوی کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن]

''اور ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی'' (تفسیری حاشیہ: یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام مع اعان سلطنت اور لشکر، تخت پر بیٹھ جاتے اور جدھر آپ کا حکم ہوتا ہوائیں اسے اتنی رفتار سے لے جاتیں کہ ایک مہینے جتنی مسافت، صبح سے دوپہر تک کی ایک منزل میں طے ہو جاتی اور پھر اسی طرح دوپہر سے رات تک، ایک مہینے جتنی مسافت طے ہو جاتی۔ اس طرح ایک دن میں دو مہینوں کی مسافت طے ہو جاتی''
[مولانا محمد جوناگڑھی۔ قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔ سعودی عرب]

اور سلیمان (علیہ السلام) کیلئے ((ہم نے)) ہوا کو (مسخر کر دیا) جس کی صبح کی مسافت ایک مہینہ کی (راہ) تھی اور اس کی شام کی مسافت (بھی) ایک ماہ کی راہ ہوتی'' [شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ عرفان القرآن]

YUSUFALI: And to Solomon (We made) the Wind (obedient):Its early morning (stride) was a month's (journey), and its evening (stride) was a month's (journey)

PICKTHAL: And unto Solomon (We gave) the wind, whereof the morning course was a month's journey and the evening course a month's journey,

SHAKIR: And (We made) the wind (subservient) to Sulaiman, which made a month's journey in the morning and a month's journey in the evening,

یہ تراجم و تفسیر اور حساب کتاب تو محض وہ مواد ہے جو پرانی تفاسیر سے بغیر حوالے مستعار لیا گیا اور اُڑن کھٹولے، اڑنے والے تخت کے تخیل

اور طلسماتی کہانیوں پر مبنی ہے۔ آیت مبارکہ میں کسی سفر اور راہ کی مسافتوں، منزلوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ لوگوں کے اپنے تخیل کی اڑان ہے۔ جناب غلام احمد پرویز نے انہیں بے سروپا طلسماتی کہانیاں سمجھتے ہوئے ایک نئی کہانی اختراع کر کے مفہوم القرآن کے عنوان سے چھاپ دی جس میں فرمایا:

''اس کی کشتیاں (بحری بیڑہ) سمندروں میں چلتی تھیں) اس سلسلہ میں اسے ہواؤں کے رخ کا ایسا علم تھا کہ اس کی کشتیاں (ایک دن بلکہ) دن کے اولیں حصہ میں اتنا سفر طے کر لیتیں جتنا دوسری کشتیاں مہینہ بھر میں طے کرتیں۔ اور اتنا ہی سفر دن کے دوسرے حصے میں''

[جناب غلام احمد پرویز۔ مفہوم القرآن۔ ادارہ طلوع اسلام]

پرویز صاحب کے اس جملے کو دھیان سے پڑھیں گے تو مجھے اس کے بے سروپا اور مذاحیہ ہونے کے متعلق بتانے کی ضرورت نہیں پڑھے گی ''ہواؤں کے رخ کا ایسا علم تھا'' کہ جسے دھول اُڑا کر معلوم کرنا بھی ہر کسی کو آتا ہے۔ اور قرآنِ مجید نے سلیمان علیہ السلام کو تمام ہواؤں پر کنٹرول دینے کی بات نہیں کہی بلکہ ایک مخصوص ہوا پر کنٹرول دینے کا ذکر کیا ہے۔ ''اور سلیمانؑ کیلئے کھیتوں کی فصلوں کی نمو کرنے والی وہ ہوا تھی جو اس کے حکم سے اُس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکات رکھی تھیں اور ہم ہر بات کو جانتے ہیں'' (الانبیاء۔۸۱)

وَلِسُلَيۡمَـٰنَ ٱلرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٞ وَرَوَاحُهَا شَهۡرٞۖ

''اور سلیمان (علیہ السلام) کے بس میں وہ ہوا تھی جو صبح کے وقت بھی نمایاں اور شام کے وقت بھی نمایاں'' (حوالہ سباء۔۱۲)

''شَهۡرٞ'' کا مادہ ''ش ھ ر'' ہے جس کے بنیادی معنی کسی معاملے کے واضح، نمایاں اور مشہور ہو جانے کے ہیں۔ اور اس نمایاں طور پر محسوس ہونے والی اور اُس کے فصلوں پر پڑنے والے اثر سے اس ہوا نے لوگوں میں مشہور تو ہونا ہی تھا۔

سلیمان علیہ السلام کیلئے مسخر کی گئی ہوا کے متعلق یوں بھی بتایا:

فَسَخَّرۡنَا لَهُ ٱلرِّيحَ تَجۡرِي بِأَمۡرِهِۦ رُخَآءً حَيۡثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ (ص۔۳۶)

اس آیت مبارکہ کا مروجہ ترجمہ و مفہوم کچھ یوں ہے:

[مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن]

''تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کر دی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتا''

[مولانا محمد جونا گڑھی۔ قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔ سعودی عرب]

''پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے نرمی سے پہنچا دیا کرتی تھی''۔ تفسیری حاشیہ: یہاں ہوا کو نرمی سے چلنے والا بتایا، جب کہ دوسرے مقام پر اسے تند و تیز کہا ہے (الانبیاء۔۸۱) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہوا پیدائشی قوت کے لحاظ سے تند ہے لیکن سلیمان علیہ السلام کیلئے اسے نرم کر دیا گیا یا حسب ضرورت وہ کبھی تند ہوتی کبھی نرم جس طرح سلیمان علیہ السلام چاہتے''

[شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ عرفان القرآن]

''پھر ہم نے ان کیلئے ہوا کو تابع کر دیا۔ وہ ان کے حکم سے نرم نرم چلتی تھی جہاں کہیں (بھی) وہ پہنچنا چاہتے''

YUSUF ALI: Then We subjected the wind to his power, to flow gently to his order, Whithersoever he willed,

PICKTHAL: So We made the wind subservient unto him, setting fair by his command whithersoever he intended

SHAKIR: Then We made the wind subservient to him; it made his command to run gently wherever he desired

یہ ''ترجمہ'' و ''تفسیر'' بھی اسی اُڑن کھٹولے کی کہانی کے زیر اثر ہے جس میں وہ سلیمان علیہ السلام کو بمعہ اکابرین سلطنت اور لشکر ہوا میں اس تخت پر بیٹھ کر دو ماہ کی مسافت کا راہ صبح وشام میں طے کرا دیتے ہیں اور انہیں بلندی پر یخ بستہ فضا منجمد بھی نہیں کرتی تھی۔ اور جناب پرویز صاحب قرآنِ مجید کے بیان کو معاذ اللہ اپنی ''سائنسی معلومات'' کے برعکس تصور کرتے ہوئے اپنے ذہن کے تضادات کو اس طرح منظر عام پر خود ہی لے آتے ہیں کہ ان کی گفتگو سے مزاح جھلکنے لگتا ہے۔ ''اور ہم نے سلیمانؑ کو سمندر میں چلنے والی ہواؤں کا اور بادبانوں کے ذریعے ان سے کام لینے کا علم بھی دے رکھا تھا۔ اسی بناء پر اس نے اپنا بحری بیڑہ ایسا بنا لیا تھا کہ وہ جس طرف جانے کا ارادہ کرتا موافق ہوائیں اسے بخیر و بخوبی اس طرف لے جاتیں'' [جناب غلام احمد پرویز۔۔ مفہوم القرآن۔ ادارہ طلوع اسلام]

پہلے اور بعد والے جملے ایک دوسرے کے تضاد کو واضح کرتے ہیں۔ پہلے جملے میں ہوا کا مسخر کیا جانا تسلیم نہیں کرتے اور دوسرے جملے میں موافق ہواؤں کو اتنا تابعدار بتاتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام جدھر بھی جانے کا ارادہ کرتے وہ انہیں وہاں پہنچا دیتیں۔

اللہ تعالیٰ سے سلیمان علیہ السلام نے ایسی حکمرانی اس خواہش کے ساتھ مانگ لی جو آئندہ کسی کو بھی نہ دی جائے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ ٱلرِّيحَ تَجْرِى بِأَمْرِهِۦ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ (ص۔۳۶)

(دعا قبول فرمائی) 'اس لئے ہم نے اس ہوا کو اُس کے ماتحت کر دیا جو اُس کے حکم سے نرم نرم چلتی جدھر سے اُس نے پایا رقصد کیا''

''أَصَابَ'' ماضی کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ ''اِصَابَةٌ'' سے ہے جس کے معنی پا لینے کے ہیں۔ ''اُس نے پا لیا''۔ اس کا مادہ ''ص و ب'' ہے جس کے معنی گرنا، اوپر سے نیچے آنا نیز قصد وارادہ کرنا۔ نہ جانے کس اصول کے تحت ماضی کے صیغے کو مضارع بنا کر ''أَصَابَ'' کا ترجمہ ''پہنچنا چاہتا'' کر دیا گیا جو اڑن کھٹولے کے تصور کو ابھارتا ہے کہ اس پر بیٹھ کر جہاں پہنچنا چاہتے تھے ہوا کے دوش پر پہنچ جاتے تھے۔

حالانکہ قرآنِ مجید نے واضح کیا ہے کہ ان کے حکم سے ہوا اُس سرزمین کی جانب چلتی تھی جس میں برکتیں تھیں او وہی ان کا مسکن تھی۔

ہوائیں انسانی زندگی اور معاشیات میں اہم ترین کردار کی حامل ہیں۔ ان پر اب حکمرانی کسی کو بھی عطا نہیں ہوگی لیکن جنہوں نے ان کے نظام کو سمجھنے کیلئے محنت وکاوش کی آج وہی دنیا پر حکمرانی بھی کر رہے ہیں اور اِس کا انہیں بجا طور پر حق بھی ہے کیونکہ ہزار داستان اور اُڑن کھٹولوں کی کہانیوں میں مگن کر دی جانے والی قوم کے نصیب میں حکمرانی نہیں ہو سکتی۔